

# قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں

”دین“ ایک جامع اصطلاح | یہاں تک تو قرآن اس لفظ کو قریب قریب ہی مفہومات میں استعمال کرتا ہے جن میں یہ اہل عرب کی بول چال میں مستعمل تھا لیکن اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لفظ دین کو ایک جامع اصطلاح کی حیثیت سے استعمال کرتا ہے اور اس سے مراد ایک ایسا نظام زندگی لیتا ہے جس میں انسان کسی کا اقتدار اعلیٰ تسلیم کر کے اس کی اطاعت و فرماں برداری قبول کرے، اس کے حدود و ضوابط اور قوانین کے تحت زندگی بسر کرے، اس کی فرماں برداری پر عزت، ترقی اور انعام کا امیدوار ہو اور اس کی نافرمانی پر ذلت و خواری اور سزا سے ڈرے۔ غالباً دنیا کی کسی زبان میں کوئی اصطلاح ایسی جامع نہیں ہے جو اس پورے مفہوم پر حاوی ہو موجودہ زمانہ کا لفظ ”اسٹیٹ“ کسی حد تک اس کے قریب پہنچ گیا ہے لیکن ابھی اس کو ”دین“ کے پورے معنوی حدود پر حاوی ہونے کے لیے مزید وسعت دے کر رہے۔

حسب فیل آیات میں ”دین“ اسی اصطلاح کی حیثیت سے استعمال ہوا ہے :

اہل کتاب میں سے جو لوگ نہ اللہ کو مانتے ہیں (یعنی اس کو واحد  
مقتد براہِ عالمی تسلیم نہیں کرتے) نہ یومِ آخر (یعنی یوم الحساب اور  
یوم الجزاء) کو مانتے ہیں، نہ ان چیزوں کو حرام مانتے ہیں جن میں اللہ اور  
اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے، اور دینِ حق کو اپنا دین نہیں بتاتے  
ان کو جنگ کرو یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ لو اکریں اور چھوڑے

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا  
بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا  
يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ  
أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ  
صَاغِرُونَ (توبہ - ۲۹)

بن کر رہیں۔

اس آیت میں ”دین“ حق اصطلاحی لفظ ہے جس کے مفہوم کی تشریح واضح اصطلاح جل شانہ نے پہلے میں

فقروں میں خود ہی کر دی ہے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ | فِرْعَوْنُ كَمَا جُحُودٌ وَجَحُّهُ، فِيهِ اس موسى کو قتل ہی کیے دیتا ہوں

اور اب پکارتے وہ اپنے رب کو مجھے خوف ہے کہ وہ کہیں تمہارا  
دین تبدیل مجھے یا زمین میں فساد نہ کھڑا کر دے۔

لِيَدْعُمَ رَبَّهُ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ  
أَنْ يُظَاهِرَ فِي الْأَسْرَافِ الْفَسَادِ (المومن - ۳)

قرآن میں قصہ فرعون و موسیٰ کی جتنی تفصیلات آئی ہیں ان کو نظر میں رکھنے کے بعد اس امر میں کوئی  
شبہ نہیں رہتا کہ یہاں دین مجرّد مذہب کے معنی میں نہیں آیا ہے بلکہ "اسٹیٹ" کا ہم معنی ہے۔ فرعون کا کہنا  
یہ تھا کہ اگر موسیٰ اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے تو اسٹیٹ بدل جائے گا جو نظام زندگی اس وقت فراعنہ کی طاقت  
اور راجح الوقت قوانین و رسوم کی بنیادوں پر چل رہا ہے وہ جڑ سے اکھڑ جائے گا اور اس کی جگہ یا تو دوسرا نظام  
بالکل دوسری ہی بنیادوں پر قائم ہو گا یا نہیں تو سرے سے کوئی نظام قائم ہی نہ ہو سکے گا بلکہ تمام ملک میں  
بڑھتی بھیل جائے گی۔

اللہ کے نزدیک دین تو دراصل "اسلام" ہی ہے۔

اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا اس سے وہ دین  
ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولوں کو صحیح دین مانی اور دینِ حق کے  
ساتھ بھجی جیسے تاکہ وہ اس کو پوری عین دین پر غالب کر دے اگر  
شکر کرنے والوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

اور تم ان سے لڑے جاؤ یہاں تک کہ قنہ باقی نہ رہے اور دین بالکل  
اللہ ہی کا ہو جائے۔

جب اللہ کی نصرت آگئی اور فتح نصیب ہو چکی اور تم نے دیکھ لیا  
کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اب  
اپنے رب کی حمد و ثنا اور اس کی تسبیح کرو اور اس کی درگزر کی درخواست

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (آل عمران - ۲)

وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ

مِنْهُ (آل عمران - ۹)

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ

الْحَقِّ لِيُظَاهِرَ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَوَيْلًا لِلشِّرْكَانِ

(التوبة - ۵)

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ

الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ (النفال - ۵)

لَا إِجْرَاءَ نَصْرًا لِلَّهِ وَالْقُتْمُ وَمَا آيَاتِ النَّاسِ

يَتِي خُلُوفٍ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا، فَسَبِّحْ بِحَمْدِ

رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا (النمر)

کر وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔

ان سبکیا میں دین سے پورا نظام زندگی اپنے تمام اعتقادی، نظری، اخلاقی اور عملی پہلوؤں سمیت مراد ہے۔ پہلی دو آیتوں میں ارشاد ہوا ہے کہ اللہ کے نزدیک انسان کے لیے صحیح نظام زندگی صرف وہ ہے جو خود اللہ ہی کی اطاعت بندگی (اسلام) پر مبنی ہو، اس کے سوا کوئی دوسرا نظام جس کی بنیاد کسی دوسرے مفروضہ اقتدار کی اطاعت پر ہو مالکیت کے ہاں ہرگز مقبول نہیں ہے اور فطرۃ نہیں ہو سکتا اس لیے کہ انسان جس کا مخلوق، ملوک و پروردگار ہے اور جس کے ملک میں غیبت کی حیثیت سے رہتا ہے وہ تو کبھی یہ نہیں مان سکتا کہ انسان خود اس کے سوا کسی دوسرے اقتدار کی بندگی و اطاعت میں زندگی گزارنے اور کسی دوسرے کی ہدایات پر چلنے کا حق رکھتا ہے۔ تیسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کو اسی صحیح و برحق نظام زندگی، یعنی اسلام کے ساتھ بھیجا ہے اور اس کے مشن کی غایت یہ ہے کہ اس نظام کو تمام دوسرے نظاموں پر غالب کر کے رہے۔ چوتھی آیت میں دین اسلام کے پیروں کو حکم دیا گیا ہے کہ دنیا سوائے اور اس وقت تک تم نہ لو جب تک فتنہ، یعنی ان نظامات کا وجود دنیا سے مٹ نہ جائے جن کی بنیاد خدا سے بغاوت پر قائم ہے اور پورا نظام اطاعت بندگی اللہ کے لیے خالص نہ ہو جائے۔ پانچویں آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس موقع پر خطاب کیا گیا ہے جب کہ ۲۳ سال کی مسلسل جدوجہد سے عرب میں انقلاب کی تکمیل ہو چکی تھی، اسلام اپنی پوری تفصیلی صورت میں ایک اعتقادی و فکری، اخلاقی و تعلیمی، تمدنی و معاشرتی اور محاشی و سیاسی نظام کی حیثیت سے عطا فرمایا گیا تھا اور عرب کے مختلف گوشوں سے وفد پر وفد آ کر اس نظام کے دائرے میں داخل ہونے لگے تھے۔ اس طرح جب وہ کام تکمیل کو پہنچ گیا جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مامور کیا گیا تھا، تو آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کا نام ہے کو اپنا کا نام ہے کہ کہیں فخر نہ کرنے لگنا بقص سے پاک، بے عیبیت اور کامل ذات صرف تمہارے رب ہی کی ہے، لہذا اس کا عظیم کی انجام دہی پر اس کی بیعت اور حمد و ثنا کرو اور اس سے درخواست کرو کہ مالک! اس ۲۳ سال کے زمانہ میں اپنے فرائض منصبی ادا کرنے میں جو خامیاں اور جو کوتاہیاں مجھ سے سرزد ہو گئی ہوں انہیں معاف فرما دے۔